جناب مولانا ارشاد الحق ادارۂ علوم اثریہ — قسط (۱۷)

احسن الکلام پر ایک نظر!

۱۔ اس روایت میں معاویہ بن صالح کے متعدد شاگرد ہیں۔ جن میں سے ابو صالح کاتب اور زید بن الحباب نے اسے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ زید صدوق ہیں تاہم امام احمد فرماتے ہیں:

"کان صدوقا وکان یضبط الالفاظ عن معاویۃ بن صالح لکن کان کثیر الخطا"

امام ابن حبان نے اسے ثقات میں داخل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ خطا کر جایا کرتا تھا۔ مشاہیر سے اس کی روایت قابلِ اعتبار ہے اور مجاہیل سے منکر۔ (تہذیب ص ۴۰۳، ۴۰۴، ج ۳)

اسی طرح ابو صالح بھی متکلم فیہ ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غفلۃ" (تقریب ص۲۵۲)

بعض محدثین نے تو ان پر نہایت سخت کلام کیا ہے اور اس پر کذاب، ذاہب الحدیث اور لیس بثقہ ایسی شدید جرح کی ہے۔ بلاشبہ اس شدید جرح کا سبب خالد بن نجیح ہے۔ ابو صالح ان جروح کا متحمل نہیں۔ تاہم کثرت خطاء اور غفلت ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے اور خالد بن نجیح کے خط کے مابین امتیاز نہیں کر سکتے تھے اور اپنا خط سمجھ کر خالد کی مرویات بیان کر دیتے" (میزان ص۴۴۷ ج۲) اور اسی غفلت ہی کا نتیجہ تھا کہ سند و متن میں غلطیاں کر جایا کرتے تھے جیسا کہ امام ابن عدی نے کہا ہے۔

۲۔ زید بن حباب اسے کبھی مرفوع اور کبھی موقوف بیان کرتے ہیں گویا وہ خود اس کے رفع میں متردد ہیں۔ یحییٰ بن صاعد جن کا شمار امام دارقطنی کے مشہور اساتذہ اور ثقات محدثین میں ہوتا ہے، اسی

موقوف روایت کے متعلق فرماتے ہیں :

"وھو اشبہ" (کتاب القراءت ص۱۱۸)

۳- عبد اللہ بن وہب، عبد الرحمٰن بن مہدی اور حماد بن خالد نے اس روایت کو موقوف بیان کیا ہے تاریخ وتراجم کا طالب علم سمجھتا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک محدث، ابو صالح اور زید بن حباب سے کئی درجہ ثقہ اور ثبت ہے۔ امام ابن مدینی، امام عبد الرحمٰن کے متعلق فرماتے ہیں :

لو اخذت فاحلفت بین الرکن والمقام لحلفت انی لم ارا حداً اعلم بالحدیث من عبد الرحمٰن ۔ (کتاب القراءت ص۱۱۹)

یعنی اگر میں چاہوں تو خانہ کعبہ میں یہ حلف اٹھا سکتا ہوں کہ عبد الرحمٰن سے زیادہ علم حدیث کو جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا ۔

اور ابن وہب کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں :

"المتقن الحافظ"

۔ ۔ ۔ اور حافظ ابن حجر کے نزدیک اعدل الاقوال ہے کہ وہ ثقہ اور حافظ ہیں (تقریب ص۲۹۵)

اور اصول حدیث کا طے شدہ قانون ہے کہ ثقہ یا صدوق اگر اوثق کی مخالفت کرے تو وہ روایت شاذ ہوتی ہے لیکن یہاں تو تین کبار محدثین ابو صالح کی مخالفت کر رہے ہیں۔ پھر زید کا اسے موقوف کرنا بجائے خود اس میں تردد پیدا کر دیتا ہے ۔

۴- امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت معنوی اعتبار سے بھی معلول ہے جبکہ اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا محال ہے ۔کیونکہ آپ یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ میرا خیال ہے یا میرا گمان ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ بھی اس میں متردد تھے اور اگر آپ کو بھی دین کے معاملہ میں شک ہے تو دوسرا کون ہے جسے یقین ہو سکتا ہے؟ لازماً یہ قول ابو الدرداء ہی کا ہو سکتا ہے اور وہی اس قسم کے شک وریب کا اظہار کر سکتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں :

"من المحال ان یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اری الرجل اذا ام القوم الا قد کفاھم فیقول فی دین اللہ علی الحساب والظن والارتیاب واذا کان النبی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یشک ویرتاب فی اجتزاء قرأۃ الامام عن المامومین فمن

هذا الذی یتیقن ذالک ویعرفہ واللہ تعالیٰ انما اختارہ من بین الانام لیعلمهم ما افترض علیهم ومایتنقلون بہ وھذا القول انما یلیق بابی الدرداء دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کتاب القرأت ص۱۱۹)

اور یہی وہ اسباب و وجوہ ہیں جن کی بنا پر اکابر علماء احناف نے بھی اس حکم میں محدثین کی موافقت کی ہے۔ امام طحاوی جن کی کتاب سے مولانا صفدر صاحب نے حوالہ دیا ہے تو اولاً انہوں نے حوالہ ذکر کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے جبکہ معانی الآثار میں یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے جو ص۱۲۹ ج۱ نہیں بلکہ ص۱۲۷ ج۱ پر ہے۔ صفحہ کی یہ غلطی ہمارے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ کتابت میں ایسی غلطیاں بہرحال سرزد ہو جاتی ہیں لیکن جوشِ جذبات میں موقوف کو مرفوع کہہ دینا بہت بڑی جرأت اور بدترین قسم کی خیانت ہے۔

امام طحاوی عبد الرحمٰن بن مہدی کے واسطہ سے یہ روایت موقوف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

فهذا ابوالدرداء سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل صلوٰۃ قرآن فقال رجل من الانصار وجبت فلم ینکر ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قول الانصاری ثم قال ابوالدرداء بعد من رأیہ ما قال "الخ (شرح معانی الآثار، ج۱، ص۱۲۷)

علامہ طحاوی کی یہ عبارت اپنے مفہوم و مطلب میں واضح ہے کہ وہ اسے مرفوع قرار نہیں دیتے اور نہ انہوں نے اسے مرفوع ذکر کیا ہے بلکہ وہ تو اسے بواسطہ ابن مہدی موقوف لائے ہیں۔

(باقی۔ باقی)